مولانا محمد سالم قاسمی
ابن مولانا قاری محمد طیب قاسمی مدظلہ

تعارف

# مجلس معارف القرآن

## دار العلوم دیوبند

تاریخِ ہند کا جو دور مغل سلطنت کے ساتھ ختم ہوا وہ ایک طرف ملتِ اسلامیہ ہند کیلئے سیاسی، معاشی اور تمدنی ابتری کا المناک دور تھا تو دوسری طرف اسی دور میں ماضی قریب کی اسی خاکستر سے وہ چنگاریاں بھی فروزاں ہوئیں جنہوں نے ملتِ اسلامیہ کو علم کی روشنی دی عمل کا حوصلہ بخشا، دین کا صحیح تصور عطا کیا اور اخلاق و روحانیت کی فضا پیدا کی۔

واقعہ یہ ہے کہ ۱۸۵۷ء میں فرنگی اقتدار اور تسلط کے بعد امتِ اسلامیہ ہندیہ کیلئے خاک پاک وطن اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود دینی اور اسلامی حیثیت سے تنگ ہو چکی تھی اور یہ تنگی وقتی اور ہنگامی نہیں تھی۔ بلکہ حالات کے تسلسل، تاریخ کی کروٹوں اور اقتدارِ وقت کی بھرپور کوششوں سے پیدا ہوئی تھی، لیکن اس تنگ ماحول اور گھٹی ہوئی فضا میں دینی و ملی بقاء و استحکام کے لئے یگانۂ روزگار شخصیتوں کے ایک باحوصلہ، صائب الرائے، وسیع الفکر، بالغ نظر اور عہد آفرین طبقہ نے فکر ولی اللّٰہی کے راس رئیس اور نایابِ وقت کے سرخیل حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نور اللہ مرقدہٗ کی فکری سیادت کے تحت بروقت یہ مستحکم فیصلہ کیا کہ —— "ہندوستانی مسلمانوں کی دینی اور ملی شیرازہ بندی کے لئے دینی تعلیمات کی اشاعت و عمومیت لازمی ہے، اس کے بغیر ملت کا ہر قدم بے نتیجہ اور ہر اسکیم ادھوری رہے گی ——"

یہ فیصلہ متعدد جہات سے وقت و بخت کا بہت ہی اہم اور مبارک فیصلہ تھا، جو ملت اسلامیہ ہند کی مستقبل گری میں انتہائی کارآمد ثابت ہوا۔ چنانچہ وقت و حالات کی مساعدت کا انتظار کئے بغیر حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہٗ العزیز نے اپنے جلیل القدر رفقاء کرام کے پرخلوص تعاون سے اپنے اس عظیم الشان فیصلہ کو "دار العلوم دیوبند" کی شکل میں

عملی جامہ پہنا دیا۔

۱۸۵۷ء رستخیز کے دس سال بعد ۱۸۶۷ء سے تادمِ تحریر دارالعلوم دیوبند نے ملت اسلامیہ ہند کے دینی بقاء اور اسلامی ارتقاء کا جو فریضہ انجام دیا ہے۔ اس کو مسلمانانِ برصغیر کی تاریخ کبھی فراموش نہیں کر پائے گی۔

دارالعلوم دیوبند کا قیام یوں تو ایک دینی تعلیم گاہ کی حیثیت سے ہوا، لیکن درحقیقت اس نے ذہنی و فکری، علمی و عملی، دعوتی و اصلاحی، تہذیبی و ثقافتی اور انفرادی و اجتماعی خطوط پر ملتِ اسلامیہ ہند کی ہمہ جہتی تربیت و پرداخت کے مرکزی ادارے کی حیثیت اختیار کر لی اور گذشتہ سو سالہ تاریخ میں اس نے جو دینی شعور مسلمانانِ برصغیر کو بخشا اور ایمانی حرارت و حدت کا جو سرمایہ بہم پہنچایا ہے۔ اس کے پیش نظر بجا طور پر کہا جا سکتا ہے۔ کہ اسی کی بدولت مسلمانانِ ہند اس صدی کے ہیجان انگیز سیاسی انقلابات اور ان کے ہولناک نتائج سے دوچار ہونے کے باوجود اپنی دینی و اسلامی زندگی کے ڈھانچے کو امکانی حد تک برقرار رکھنے میں ناکام نہیں رہے ہیں اور اسی استقامت کی بدولت آج بحمد اللہ دارالعلوم کی دینی مرکزیت نہ صرف برصغیر ہند و پاک بلکہ تبت، سیلون، برما، سیام، ملایا، انڈونیشیا، افغانستان، ایران، ٹرکی، مشرقِ وسطیٰ اور مشرقی افریقہ تک مسلّم و ناقابلِ انکار ہے۔

دارالعلوم دیوبند کی اس علمی پیش رفت کے مقابلہ میں فرنگی اقتدار کے پیش نظر سیاسی استحکام حاصل کرنے کے ساتھ محکوم افراد کے دل و دماغ کو بھی مفتوح و مسخر کرنے کی اسکیم تھی، چنانچہ ۱۸۵۷ء سے لیکر ۱۹۴۷ء تک انگریز دماغ نے برصغیر میں وہ شاطرانہ منصوبے اختیار کئے جن کا عنوان بنام "تعلیم" دلکش اور جن کا مقصد فی الحقیقت ایک ایسی جماعت تیار کرنا تھا جو "خون اور نسل کے اعتبار سے گو ہندوستانی ہوں مگر دل و دماغ کے اعتبار سے انگریز ہوں"۔ اس منصوبے پر پوری جدوجہد کے ساتھ عملدر آمد کیا گیا اور ہر ممکن طور پر ہندوستانی نسل کو فکری و ذہنی اعتبار سے اتنا متاثر کر دیا گیا کہ وہ اپنی تہذیب، اپنے تمدن اور اپنے مذہب سے بتدریج بیگانہ ہوتی چلی گئی، اور ایسے ہندوستانی نوجوان تیار کئے گئے۔ جو کم از کم اخلاقی پابندیوں کے عادی اور زیادہ سے زیادہ فکری بے راہ روی کے خوگر ہوں، ان میں علم کا جو تھوڑا بہت شعور پیدا کیا گیا وہ مغربی علوم کی برتری و فوقیت کے احساس پر مبنی تھا۔ ان کو جتنا کچھ مہذب بنایا گیا اس میں مغربیت و فرنگیت کی نقالی کو اساسی حیثیت حاصل تھی، ان کی اجتماعی اور سیاسی تربیت جن خطوط پر

کی گئی وہ یکسر مفاد پرستی و خود غرضی کے تصورات پر مشتمل تھی۔

پچھلی ایک صدی میں ان ایمان کش اور ملت دشمن منصوبوں کے مقابلے میں دارالعلوم دیوبند کے اکابر اور اس کے فضلا تعلیم و تدریس دعوت و تبلیغ، ارشاد و اصلاح اور تصنیف و تالیف کے ذریعے ہر محاذ پر ملت کو ان مذموم اثرات سے بچانے کی پیہم جدوجہد کرتے رہے۔

تو تعلیم و تدریس ہی ہے۔ اس لئے اس کا یہ فیض مدارس و مکاتب کی شکل میں ملک کے گوشے گوشے میں خود بخود پہنچتا رہا، اسی کے ساتھ تصنیف و تالیف کی عمومی اور دائمی افادیت کو بھی اکابر دیوبند نے ہر دور میں ملحوظ رکھا ہے۔ چنانچہ تصنیف و تالیف کے میدان میں اکابر و اصاغر دیوبند کی خدمات آج کسی تعارف کی محتاج نہیں ہیں، ان کی مقبول عام کتب نے ملت اسلامیہ ہند کی بڑے پیمانے پر ذہنی و فکری تربیت کرنے میں اہم ترین کردار ادا کیا ہے۔

اس سلسلہ میں یہ بات خوش آیند ہے۔ کہ عصر حاضر کے تصنیفی اور لٹریری ذوق کے وتعدرس نتائج و اثرات کا عالمگیر جائزہ لینے کے بعد یہ ضرورت محسوس کی گئی کہ جماعت دیوبند کے اس تصنیفی مزاج سے عصری تقاضوں کی روشنی میں زیادہ منظم طور پر باضابطہ کام لیا جائے تاکہ عوامی اصلاح کے ساتھ ساتھ فکر و تحقیق کے اس میدان میں بھی براہ راست پیش قدمی ہو سکے جہاں سے فاسد افکار و نظریات کے جراثیم پھوٹتے اور پھیلتے ہیں۔ اور آہستہ آہستہ عوام ہی نہیں بلکہ خواص تک ان سے متاثر و مانوس ہونے لگتے ہیں، اسی نقطۂ نظر سے آج کے حالات میں خصوصیت کے ساتھ یہ پہلو توجہ طلب بن کر سامنے آیا۔

بدلتی ہوئی دنیا ہر روز انسانی فکر و ذہن کو نئی نئی الجھنوں اور نئے نئے مسائل سے دوچار کر رہی ہے ملت اسلامی جو اس ہنگامہ پرور اور ہیجان انگیز تہذیب و تمدن کے سائے میں زندگی گذار رہی ہے جس کا ہر عنصر ایمانی تقاضوں کی ضد اور جس کا ہر پہلو اسلامی طرز زندگی سے مختلف ہے، اس ملت اسلامیہ کی نگاہ آج پھر قرآن کریم سے براہ راست استفادہ و رہنمائی کی آرزو مند ہے

ان حالات کا لازمی تقاضا تھا جو داعیہ بن کر من جانب اللہ قلوب میں پیدا ہوا اور اس عنوان سے یہ ضرورت سامنے آئی کہ:

"دارالعلوم دیوبند کی سرپرستی میں ایک ایسا ادارہ قائم کیا جائے جو بالاستقلال اور براہ راست علمائے سلف و خلف کی حکیمانہ قرآنی تحقیقات کو مقبول اسلوب کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کرے۔ اور اس مقصد کے لئے ایسے صاحب ذوق نظر اہل قلم علماء کا تعاون حاصل کرے جو قدیم علوم میں رسوخ رکھنے کے ساتھ عصری

تقاضوں کے ادراک و بصیرت میں معتمد و ممتاز ہوں ؛

کام بہت اہم، مقصد بہت اونچا اور ذمہ داری جہاں بہت بڑی تھی وہیں اس دور قحط الرجال میں مردانِ کار کی کمیابی کا احساس بھی تھا، لیکن دارالعلوم دیوبند کا فیضانِ علمی ذمہ داریں بڑھانے میں پیش پیش رہا۔

چنانچہ رجب ۱۳۸۲ھ میں مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند نے اپنے اجلاس میں خدمت قرآن کی اس پیشکش کو منظور کیا۔

مجلسِ شوریٰ کی اس تجویز اور فیصلے کے بعد حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہٗ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے اس قرآنی ادارے کے قیام کے سلسلے میں عملی پیش رفت کے لئے پوری توجہ اور التفاتِ خصوصی سے کام لیا اور ابتدائی طور پر آغازِ کار شوال ۱۳۸۳ھ میں اساتذۂ دارالعلوم کے ایک اجتماع میں فرمایا۔ اور بانیؒ دارالعلوم حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کی ایک نادر قرآنی تحقیق کو اردو سے عربی میں منتقل کرنے کی خدمت اس قرآنی ادارے کے تحت دارالعلوم کے ایک صاحب استعداد فاضل مولوی عمید الزمان صاحب کے سپرد فرمائی؛ موصوف اس ترجمہ کو تدریجاً کرتے رہے۔ لیکن اس سال میں صدر مجلس معارف القرآن حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد طیب صاحب مدظلہٗ مہتمم دارالعلوم کے طویل اسفار، کثرتِ کار اور اخیر سال میں حضرت مدظلہٗ کی علالت کے سبب تصنیفی یا انتظامی کاموں میں کوئی پیش رفت نہیں ہو سکی، جب کہ حضرت محترم کے فکر و نظر پر بنیادی اعتماد ہی اس کے قیام کا بھی بنا تھا، تو غیر معمولی اعذار کی وجہ سے آنمحترم کی رہنمائی کے بغیر کوئی اقدام ہو بھی نہیں سکتا تھا۔ البتہ شوال ۱۳۸۴ھ میں اس ادارہ کو ایک باضابطہ ادارے کی صورت دے دی گئی۔ اور حقیقتاً اسی وقت مجلس معارف القرآن کا باضابطہ آغاز ہوا۔

چنانچہ اس ذیل میں حضرت صدر محترم مدظلہٗ العالی کی بصیرت مندانہ راہنمائی اور جناب مولانا حامد الانصاری غازی رکن مجلس منتظمہ مجلس معارف القرآن کے مفکرانہ مشوروں کے تحت ابتداءً قرآن مجید کی ایک خاص طرز کی خدمت پر مشتمل ایک تصنیفی خاکہ تجویز کیا گیا، یہ خاکہ قرآن کریم کی چودہ سو سالہ خدمات کا جائزہ تھا۔ یعنی ابتداء سے اس وقت تک اہلِ علم و تحقیق نے قرآن پر جو کچھ کام کیا۔ اس کا مکمل تعارف کتابی صورت میں پیش کر دیا جائے۔ چنانچہ اس کا ایک عملی نقشہ ترتیب د اک تصنیفی خاکے کے ابتدائی امور جس حد تک تکمیل طلب ہوتے ہیں۔ اس حد تک مت

کام شروع کر دیا گیا۔

اس قرآنی جائزہ میں یہ پہلو خصوصیت کے ساتھ ملحوظ رکھا گیا۔ کہ قرآنی علوم پر ہونے والی عالمگیر خدمات کی تفاصیل پوری وسعت نظر کے ساتھ یکجا کر دی جائیں۔ تاکہ اس جائزہ کی روشنی میں ملت کے ارباب علم و قلم اور اصحاب ارشاد و تبلیغ پوری بصیرت کے ساتھ یہ جان سکیں کہ کہ دنیا کے کون کون سے خطے میں قرآنی پیغام کو زبان یا قلم سے پہنچانے کی ضرورت ہے۔ اور اس کی پیغام رسانی میں کن مؤثر و معقول تدابیر و وسائل کی کمی ہے جنہیں پورا کرنا ہے۔ اور ابھی کتنی قوموں اور کتنی زبانوں کو قرآن مجید کے مستند و مؤثر تراجم و تفاسیر کی ضرورت ہے۔

لیکن چونکہ قرآنی خدمات کے اس جائزہ کو زیادہ وقیع اور زیادہ ہمہ گیر بنانے کا داعیہ ابتداء ہی سے کار فرما تھا۔ اس لئے اس جائزہ کا تفصیلی خاکہ مسلسل غور و فکر اور ذہنی بحث و پرکھ کے تدریجی مراحل سے گزرتا رہا۔ اور آخر کار اس موضوع کی علمی وسعتوں نے از سر نو اس تصنیفی خاکے کی ترتیب پر مجبور کر دیا۔ متعدد توجہ طلب تصنیفی گوشے سامنے آئے اور مزید افادی پہلوؤں کی رعایت سے نئے تصنیفی خاکے کی ترتیب شروع کی گئی، آخر کئی ماہ کی مسلسل محنت اور متعدد اہل علم کے مفید مشوروں کی روشنی میں ایک جامع " دائرۃ المعارف القرآنیہ " کا طویل الذیل خاکہ مرتب ہو گیا۔ جس میں ایک طرف تا بحد امکان خدمات قرآن کا چودہ سو سالہ مکمل علمی، تصنیفی اور تحقیقی جائزہ فراہم کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ اور دوسری طرف اسکو قرآن کریم کے لفظ و معنی سے متعلق تمام علمی، ادبی، تفسیری، اصطلاحی موضوعات پر حاوی بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ نیز عصر حاضر کے پیدا کردہ ان تمام سوالات و شبہات کے جوابات پر مشتمل جامع مقالات و مضامین بھی اس میں رکھے گئے جو اسلامی عقائد اور قرآن کریم کے بارے میں عام طور پر پیش آتے ہیں۔ اور جن کی وجہ سے موجودہ نسل میں اسلامی تعلیمات پر یقین و اذعان کی جگہ شکوک و شبہات نے لے لی ہے، یہ وقیع و عظیم تصنیفی خاکہ کئی ماہ کی مسلسل محنت کے بعد موجودہ مرتب شکل اختیار کر سکا ہے۔ جس کے لئے یقیناً بصیرت مندانہ علمی و فکری جدوجہد کی ضرورت ہے، یہ تصنیفی خاکہ تا حال تقریباً سولہ ابواب پر مشتمل ہے، ہر باب ایک اہم ترین کلیدی موضوع کا حامل ہے۔ پھر ہر باب کے تحت متعدد فصلیں اور ہر فصل میں متفرق ذیلی عنوانات رکھتی ہیں، یہ ابواب نو سے زائد فصلوں اور پانچ سو کے قریب ذیلی عنوانات کے تحت ترتیب دئے گئے ہیں۔

اس تصنیفی خاکے کا ہر باب بذات خود ایک مستقل کتاب کا موضوع ہے۔ اس لئے یہ

وقیع کار تصنیف ارباب علم و تحقیق کی اجتماعی عرق ریزی کا محتاج ہے، چنانچہ صدر محترم مجلس معارف القرآن کے ملاحظۂ عالی سے گذارنے اور اسکی منظوری حاصل کرنے کے بعد اس تصنیفی خاکے کے مختلف ابواب ذوقی و علمی مناسبت کے پیش نظر مختلف ارباب قلم کے سپرد کئے گئے ہیں۔

اب حضرات مؤلفین متعلقہ عنوانات کا مواد فراہم کرنے اس کو ترتیب دینے اور اسکی تسوید میں مصروف ہیں۔ لیکن یہ بات مسلّم ہے۔ کہ فکر و تحقیق کے کسی منتخب معیار کے مطابق کسی طویل الذیل کار تصنیف کا پایۂ تکمیل تک پہنچنا آسان بات نہیں ہے۔ اور اس کے تکمیل پذیر ہونے میں غیر ضروری عجلت بھی اختیار نہیں کی جاسکتی۔ اور نہ ایسا جامع تصنیفی خاکہ بیک وقت مکمل ہوسکتا ہے، اس لئے تصنیفی ترتیب کے ساتھ تیار شدہ مسودات مناسب ضخامت کی جلدوں پر منقسم ہوکر اشاعت پذیر ہوتے رہیں گے، چونکہ حضرات مؤلفین نے متعلقہ موضوع پر ۱۹۶۵ء کے ربع آخر میں قلم اٹھایا ہے۔ اس لئے مسودات کا صاف و خوش قلم لکھوانا اور پھر ------ کتابت و طباعت کے طویل مراحل سے گذرنا خاصا وقت چاہتا ہے، اس لئے توقع ہے۔ کہ اس دائرۃ المعارف القرآنیہ کے کچھ کراسے مجلس ۱۹۶۶ء میں شائع کرسکے گی۔

مجلس معارف القرآن اس کو مقصدی حیثیت دیتی ہے۔ کہ معاشرے کے ذہن کو عصر حاضر کے وساوس و خطرات سے محفوظ رکھنے کے لئے دعوتی و اصلاحی انداز کا لٹریچر عام فہم زبان اور متین و معقول لب و لہجے کے ساتھ پیش کیا جائے۔ چنانچہ اسی ذیل میں مجلس کی عرضداشت پر صدر مجلس مدظلہ العالی نے اپنی ایک اہم قرآنی تالیف کی تدوین و تہذیب پر کافی وقت صرف فرماکر مجلس کے سپرد فرمایا جسے عربی اور انگریزی زبان میں منتقل کردیا گیا ہے، اب یہ ترجمہ کے مراحل سے گذر کر نظر ثانی کی منزل میں ہے، انشاء اللہ ۱۹۶۵ء کی کارگذاری کی شکل میں یہ اہم قرآنی تالیف بھی اردو، انگلش اور عربی میں سال ۱۹۶۶ء میں مجلس اہل نظر کی خدمت میں پیش کرسکے گی۔

پیش نظر "تصنیفی خاکے" کی روشنی میں تراجم و تفاسیر قرآن کی ایک تفصیلی یادداشت تیار کی گئی ہے۔ جس میں یہ واضح کیا گیا ہے۔ کہ دنیا کی مختلف زبانوں میں اب تک قرآن کریم کے کتنے تراجم اور کتنی تفاسیر طبع ہوچکی ہیں، امکانی حد تک اس فہرست میں یورپ، ایشیاء اور افریقہ کی زبانوں میں تراجم و تفاسیر قرآن کریم سے متعلق معلومات فراہم کرانیکی سعی کی جارہی ہے۔

اس کے علاوہ حضرات اکابر دیوبند کی تصانیف کی فہرست سازی کی جارہی ہے۔ جس میں ہر موضوع سے متعلق الگ کتابوں کی ترتیب کی جارہی ہے۔ نیز اس فہرست کی روشنی میں تمام منتسبین دیوبند

باقی ص ۹ پر